مرثیہ در حال حضرت حرؑ

فیصلہ

(بند ۱۲۰ر)

شاعر اہلبیت مولوی قائم مہدی نقوی ساحر اجتہادی، پاکستان

(۱)

خدا کی حمد میں کھلتی ہے جب زبانِ قلم
صریر گونجتی ہے صورتِ اذانِ قلم
بلند ہوتی ہے ظاہر میں اس سے شانِ قلم
مگر یہ اصل میں ہوتا ہے امتحانِ قلم
ہے کامیاب کہ ناکام ہے لکھا اس کا
نگاہ والے ہی کرتے ہیں فیصلا اس کا

(۲)

یہ بزمِ اہلِ نظر اک کھلی عدالت ہے
بڑی بلند یہاں منزلِ سماعت ہے
نہ مدعی سے تعصب، نہ رو رعایت ہے
جو سچ کہو تو یہی عدل کی ضرورت ہے
وکیل کرکے یہاں آبرو کو کھونا ہے
اصالتاً ہی سخن ور کو پیش ہونا ہے

(۳)

یہ ہیں وہ منصف و کرسی نشینِ عدل و حکم
ہو کامیاب جو ان کے حضور سعئ قلم
ہزار کوئی اپیلیں کرے تو اب کیا غم
وہی ہے فیصلہ حتمی، یہاں ہوا جو رقم
اصولِ عدل پہ مبنی جو ہے کہا ان کا
مٹائے مٹ نہیں سکتا ہے فیصلا ان کا

(۴)

اگر ہو متفقہ فیصلہ تو کیا کہنا
جو ہو وہ کثرت آرا سے تو بھی ہے اچھا
یہ لازمی تو نہیں، جب ہو فیصلہ دینا
ہر ایک رکنِ عدالت ہو ایک رائے کا
جو منصفین میں سے کوئی اختلاف کرے
وہ اپنی رائے الگ لکھ کے بات صاف کرے

(۵)

تنازعات جو ہیں اس معاشرہ کا شعار
ہر اک نزاع میں ہوتا ہے فیصلہ درکار
صحیح فیصلہ کرنا ہے عدل کا معیار
عدالتیں ہی تو انصاف کی ہیں ذمہ دار
جو عدل کر نہ سکے، اس کا ذمہ دار نہیں
کہ عدل و داد عبادت ہے، کاروبار نہیں

(۶)

تقاضہ بس ہے یہی منصبِ عدالت کا
ہوں بس حقائق و قانون فیصلہ کی بنا
نہ جبر ہو اثر انداز اور نہ حرص و ہوا
سمجھتے بوجھتے لکھیں نہ فیصلہ الٹا
سوا خدا کے انہیں ماسوا کا خوف نہ ہو
جزا کی فکر نہ ہو اور سزا کا خوف نہ ہو

(۷)

جہاں ہو رسم ستم روز اک نئی ایجاد
جہاں پہ سی دیئے جاتے ہوں لب دم فریاد
قفس بدست ہوں بلبل کی گھات میں صیاد
گلوئے عدل پہ چلتا ہو خنجرِ بیداد
وہاں پہ کس سے بھلا داد عدل کی چاہیں
کسے وکیل کریں، کس سے منصفی چاہیں

(۸)

جہاں گواہ ہوں کذاب و پیشہ ور اکثر
وہاں پہ کیسے شجر عدل کا ہو بارآور
جو سچ کے حلق پہ چل جائے جھوٹ کا خنجر
تو کیوں نہ دامنِ انصاف پھر ہو خون سے تر
اب اس فضا میں، جو خود عدل کی مخالف ہے
کرے نہ خون جو انصاف کا، وہ منصف ہے

(۹)

جو فیصلہ ہو غلط نیک نیتی سے کبھی
اگرچہ گھٹتا ہے انصاف کا گلا یوں بھی
ہے منصف اس میں مگر جرم کی سزا ہے بری
بنا ہے انما الاعمال بالنیات اس کی
جو فیصلہ یوں کوئی عدل کے خلاف کرے
قصوروار ہے، لیکن خدا معاف کرے

(۱۰)

اصولِ عدل سے حاکم اگر ہو خود جاہل
نہیں وہ منصبِ انصاف و عدل کے قابل
ہر آن جہل ہو اس کا جو عدل میں حائل
گھڑی گھڑی کوئی اور اس کی حل کرے مشکل
اگرچہ خوفِ ہلاکت اسے ستاتا ہے
مگر وہ پھر بھی غلط فیصلے سناتا ہے

(۱۱)

اگر چہ ہو کوئی ظالم قضا کی مسند پر
اسے بھی کہتا ہے عادل ہر ایک طالب زر
یہی تو ہوتا ہے ہر حاشیہ نشیں کا ہنر
جفا کو عدل کہے، زہر کو نبات و شکر
جہاں یہ زر طلبی کا جنون ہوتا ہے
وہاں پہ عدل کا سو بار خون ہوتا ہے

(۱۲)

ملوکیت کا جنھیں نشہ ہو، وہ ظلم سیَر
یزید سیرت و فرعون خو، جفا پرور
جنہیں نہ خوفِ خدا ہو، نہ احتساب کا ڈر
بزورِ تیغ سناتے ہیں فیصلے اکثر
نظامِ عدل پہ یوں ظلم فتح پاتا ہے
تو وقت اپنا الگ فیصلہ سناتا ہے

(۱۳)

وہ اہلِ عدل کہ جن کا ضمیر ہو بیدار
جو کھینچتے نہ ہوں خود روحِ عدل کو سرِ دار
اگر وہ ہوتے ہیں جبرِ ملوکیت کا شکار
سروں پہ ان کے کھنچی ہو جو ظلم کی تلوار
وہ آپ چنتے ہیں میدانِ ابتلا اپنا
خود اپنے خون سے لکھتے ہیں فیصلا اپنا

(۱۴)

مگر لگے گی عدالت جو ایک روز حساب
وکیل ہوں گے نہ قانون و قاعدہ کی کتاب
ہر ایک دے گا خود اپنے معاملوں کا جواب
کسی کو ہوگی وہاں جھوٹ بولنے کی نہ تاب
نہ ہوگی بحث بھی قانون کے دقائق پر
سنایا جائے گا ہر فیصلہ حقائق پر

(۱۵)

مری نظر میں ہے مشہور قولِ پیغمبرؐ
کہ سب سے اچھے علیؑ، ہیں قضا کی مسند پر
وہ عدل کرنے میں تم سب سے ہیں بہت بہتر
یہ قولِ مخبرِ صادق رہے جو پیشِ نظر
سبھی کہیں گے عدالت کے واقعے سن کے
گواہ صدق نبیؐ پر ہیں فیصلے ان کے

(۱۶)

کلیمِ طور سلونی نے خود یہ فرمایا
مقدمہ ہو یہودی کا یا مسلماں کا
زبور سے ہو کہ انجیل سے کوئی دعوا
اسی کے مصحف ایماں سے فیصلہ دوں گا
علیؑ کے سر پہ عدالت کا تاج ہے کہ نہیں
یہ ادعا بھی سلونی مزاج ہے کہ نہیں

(۱۷)

مقدمات جو ہر ہر طرح کے پیش ہوئے
علیؑ نے فیصلے ان سب کے اس طرح سے کئے
کہ ان سے دونوں فریقِ مقدمہ خوش تھے
کسی کو کوئی شکایت ہوئی نہ منصف سے
مقدمہ جو عدالت میں ان کی ہار گیا
تو وہ بھی ان سے خوش اور خود سے شرمسار گیا

(۱۸)

تھی فیصلوں میں جو عدلِ خدا کی تابانی
کبھی تو ہوتے تھے ظاہر رموزِ ربانی
کبھی تھی ان کی بنا نفسیات انسانی
کبھی تھی علمِ حسابی کی جلوہ سامانی
نئے اصول سے اکثر شہادتیں لے کر
علومِ نو کئے ایجاد فیصلے دے کر

(۱۹)

جو ایک بچہ کی دو عورتیں ہوں دعویدار
کہ زر کے حصہ کا تعداد نان پر ہو مدار
نزاع سترہ اونٹوں کی پیٹھ پر ہو بار
کہ جرمِ قتل کے الزام سے کوئی ہو دو چار
علیؑ کے فیصلے جو چشمِ دل میں تل جائیں
تو اہل عدل کی آنکھیں بھی ان سے کھل جائیں

(۲۰)

کئے اصول عدالت کے جو علیؑ نے رقم
وہی ہیں آج بھی معیارِ عدل، حق کی قسم
مقر ہے اس کا، سر ان کے حضور کر کے خم
ممالکِ متحدہ کا منصفِ اعظم[۱]
نظر میں اس کی عجب ان کی قدر و قیمت ہے
کہ ان سے حجرۂ منصف کی زیب و زینت ہے

(۲۱)

عدالتیں ہیں کئی طرح کی یہاں، جن سے
رجوع کرتے ہیں ہم آپ فیصلوں کے لئے
کبھی نصیب، کبھی دل نے فیصلے ہیں دیئے
مگر ہے فیصلہ بس وہ درست، عقل جو دے
ضمیر سب سے سوا صاحبِ بصیرت ہے
خدا کے بعد یہ سب سے بڑی عدالت ہے

(۲۲)

اسی عدالتِ عالی میں تھا شبِ عاشور
حر اک اسیر گنہ، مجرمِ شہِؑ جمہور
اک اضطراب کا تھا شام ہی سے اس پہ وفور
نبرد آزما تھے دل سے اس کے عقل و شعور
تھا دل جو عقل سے نالاں، وہ اس سے بدظن تھی
وہ کس کی بات سنے حر کو سخت الجھن تھی

(۱) اس حوالے سے نٹ نوٹ مرثیہ کے آخر میں ص ۳۶ پر ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۳)

اسی دن آیا تھا لے کر پیام ابنِ زیاد
برائے جنگ و جدل شمرِ ظالم و جلاد
وہ جس کو پڑھ کے عمر ابن سعد نحس نہاد
تھا مائل اس پہ کہ ہو اب حسینؑ پر بیداد
یقیں ہوا وہ ستم سے جہاں کو بھر دے گا
حسینؑ کو عمر سعد قتل کر دے گا

(۲۴)

اگرچہ لایا تھا حر، گھیر کر خود ان کو یہاں
اسی نے روکی تھی راہِ شہؑ زمین و زماں
مگر اسے نہ تھا اس بات کا ذرا بھی گماں
کہ ان کے قتل کے درپے ہیں دشمنِ ایماں
یقیں تھا اس کو، اگرچہ تھا حسنِ ظن کی طرح
کہ صلح ان سے بھی ہو جائے گی حسنؑ کی طرح

(۲۵)

یہ سوچ سوچ کے ہوتی تھی عقل اس کی دنگ
بھلا کریں گے مسلماں نبی کے لعل سے جنگ
یہ سنگدل شہِ مظلوم پر اٹھائیں گے سنگ
چلائے گا کوئی ان پر سنان و تیغ و خدنگ
رسولؐ حق کو رسالت کا یہ ثمر دیں گے
نبیؐ کی جاں کو مسلمان قتل کر دیں گے

(۲۶)

ہوا تھا اب جو یہ سامانِ قتلِ شاہِؑ امم
جتا رہی تھی یہ رہ رہ کے عقل اسے پیہم
ترے سبب سے ہوئے شاہِؑ دیں اسیرِ الم
تو ہی تو ہے سبب قتلِ سیدؑ عالم
چلے گا ظلم کا خنجر جو شہؑ کی گردن پر
پڑیں گے خون کے چھینٹے ترے ہی دامن پر

(۲۷)

تھا اس خیال سے حر کو وہ صدمۂ جانکاہ
کبھی پٹکتا تھا سر اپنا، گاہ کرتا تھا آہ
تھا ایک ساتھ جو احساسِ جرم و ظلم و گناہ
وہ کرب اور وہ تڑپ تھی کہ اے معاذ اللہ
کہ جیسے قلب پہ چھریاں چلا رہا ہو کوئی
کشاں کشاں سرِ دار اس کو لا رہا ہو کوئی

(۲۸)

ہزار چاہتا تھا پائے خود پہ وہ قابو
کسی طرح بھی نہ ہوتے تھے ذہن و دل یکسو
تڑپ تڑپ کے بدلتا تھا اس طرح پہلو
کہ جیسے دام میں صیاد کے کوئی آہو
اس اضطراب نے سب کچھ شتاب چھین لیا
جو دل سے چین تو آنکھوں سے خواب چھین لیا

(۲۹)

یہ حال دیکھ کے اس کو صلاح عقل نے دی
کہ ہاتھ باندھ کے حاضر ہو پیشِ سبطِ نبیؐ
حسینؑ، کر دیں معاف اب بھی گر خطا تیری
تو ان کے قدموں پہ کر دے نثار جاں اپنی
تو کیمیا ہو جو اس در کی خاک ہو جائے
خود اپنے خوں سے نہائے تو پاک ہو جائے

(۳۰)

بس اب امامؑ کی خدمت میں ہاتھ جوڑ کے جا
یزید نحس سے رشتہ وفا کا توڑ کے جا
رخ اپنا منصب و جاہ و حشم سے موڑ کے جا
یہ افسری، یہ تزک سب یہیں پہ چھوڑ کے جا
یہاں پہ چند ٹکے کی یہ نوکری کیا ہے
ملے جو ان کی غلامی تو افسری کیا ہے

(۳۱)

مگر جو دل سگِ دنیا تھا ، حق سے بیگانہ
نظر تھی اس کی زر و مال پر حریصانہ
زر و گہر جو تھے اس مرغِ حرص کا دانہ
مقابل آ ہی گیا عقل کے وہ دیوانہ
توجہ عقل کی جانب سے موڑ کر حر کی
بجھا دی زر کی چکاچوند سے نظر حر کی

(۳۲)

کہا یہ دل نے کہ اے حر، فریبِ عقل نہ کھا
یہ تیری دشمنِ جاں ہے، نہ اس کے پھیر میں آ
یہ ٹھاٹ چھوڑ کے اک بے نوا کے پاس نہ جا
یزید تجھ سے ہوا خوش تو گھر وہ بھر دے گا
ادھر حشم ہے، خدم ہے، کہ مال وزر، کیا ہے؟
اِدھر ہے عیش بھری زندگی، اُدھر کیا ہے؟

(۳۳)

تھا عقل و دل میں جو اک معرکہ سا یہ برپا
تھا دو محاذوں پہ مصروفِ جنگ حر گویا
سنے وہ دل کی، کہ مانے وہ عقل کا کہنا
تھا اس کے واسطے مشکل جو فیصلہ کرنا
وہ اب ضمیر کو منصف بنائے بیٹھا تھا
حر آپ اپنی عدالت لگائے بیٹھا تھا

(۳۴)

نہ تھا جو کوئی بھی منصف ضمیر سے بہتر
اسی سے حر نے کہا ، تو ہی اب یہ فیصلہ کر
ضمیر آیا جو اب کرسیٔ عدالت پر
رہا پھر اب تو سماعت کا سلسلہ شب بھر
ضمیر کی تھی عدالت ، مقدمہ حر کا
تھا وقت سننے کو بے تاب فیصلہ حر کا

(۳۵)

تھے اس مقدمہ میں عقل و دل وکیل وفریق
تھے دونوں قربِ مکانی سے گو ازل سے رفیق
نہ مہرباں تھی یہ اس پر، نہ تھا وہ اس پہ شفیق
یہ لاجواب اسے کرتی ، وہ اس کو کرتا ضیق
عبور عقل کا قانون پر جو ظاہر تھا
تو دل بھی خوب وکالت کے فن میں ماہر تھا

(۳۶)

یہ بحث دل نے کی آغاز ، اے حرِ ذی جاہ
تو اپنے رتبہ و منصب سے خوب ہے آگاہ
یہ اقتدار ، یہ سامان عیش و عشرت ، واہ
کہ جن پہ رشک کریں صاحبانِ تیغ و سپاہ
کسی نے کب ترا جاہ و جلال پایا ہے
یہ احتشام و خدم کس کے ہاتھ آیا ہے

(۳۷)

عبث ہیں تیری یہ بے چینیاں، یہ تیری تڑپ
فضول آنکھوں سے گرتے ہیں اشک جو ٹپ ٹپ
حسینؑ بے کس و عاجز ہیں، ان کا نام نہ جپ
ہے جان لیوا بہت یہ غمِ فراق کی تپ
یہاں تو خیر سے دام و درم برستے ہیں
وہ بوند بوند کو پانی کی خود ترستے ہیں

(۳۸)

یہ سن کے عقل نے بڑھ کر کہا کہ اے حق کوش
نہیں ہے اس دلِ دنیا طلب کو کچھ بھی ہوش
عبث ہے بحث و دلائل میں اس کا جوش وخروش
کہاں حسینؑ، کہاں شام ورے کے یہ مے نوش
حسینؑ فخرِ رسلؑ، نازشِ اب وجد ہیں
حسینؑ دہر میں اس دور کے محمدؐ ہیں

(۳۹)

جو دل نے یاد ابھی پیاس کی دلائی تھی
حقیقت اس نے دلائل میں یہ چھپائی تھی
عطش سے جبکہ تری جان پر بن آئی تھی
حسینؑ ہی نے تو دریادلی دکھائی تھی
وہ تشنہ لب سہی ، دل میں جو لہر آجائے
تو ان کے جام میں کوثر کی نہر آجائے

(۴۰)

جو کائنات کا مختار ہو بحکمِ اللہ
وہی ہے حاکمِ گیتی ، وہ شاہِ عرش پناہ
طبق طبق ہے زمیں آسماں پہ اس کی نگاہ
تصرف اس کا ہر اک خشک وتر پہ ہے واللہ
وہ تشنہ لب ہے تو اللہ کی رضا کے لئے
سمجھنا اس کو نہ بے بس کبھی خدا کے لئے

(۴۱)

کیا حسینؑ نے صحرا ترے لئے جل تھل
مگر جواب میں اس کے ترا یہ طرزِ عمل
کہ راہ روک کے ڈالا سفر میں ان کے خلل
کوئی بھی دیتا ہے احساں کا یوں کسی کو بدل
ادائے شکر تو کیا، ان کو یوں ملال دیا
کہ تونے ہاتھ لجامِ فرس پہ ڈال دیا

(۴۲)

وہ تیرا ہاتھ، وہ اس کی لجامِ پاک جسے
غلام کی طرح عباسؑ سا جری تھامے
جلال دیکھا تھا اس شیر کا بھلا تو نے
وہ کیسے غیظ میں ضیغم صفت لرزتے تھے
جو شہؑ کے حکم سے تیری قضا نہ ٹل جاتی
تو اس جہاد کی تاریخ ہی بدل جاتی

(۴۳)

حسینؑ خسروِ گردوں پناہ ہیں اے حر
فروغِ نور سے صد رشک ماہ ہیں ، اے حر
نبیؐ کا دل ہیں ،علیؑ کی نگاہ ہیں ، اے حر
زمیں پہ مظہر شانِ الہ ہیں ، اے حر
یہ آج ان کا قدم جو نہ درمیاں ہوتا
تو نام کو بھی پھر اسلام اب کہاں ہوتا

(۴۴)

کہاں حسینؑ ، کہاں یہ ذلیل و ظالم وشوم
گناہ گار ہیں یہ سب ، وہ طیّب ومعصوم
یہ بدنصیب غلامی سے ان کی ہیں محروم
سعادتِ ابدی لے قدم جو ان کے چوم
بڑھ اور پیاسوں سے ساغر مئے حیات کے لے
اٹھ اور اٹھ کے قدم شاہؑ کائنات کے لے

(۴۵)

یہ سن کے دل نے کہا، اے ضمیرِ باانصاف
مئے حیات کی لالچ ہے قاعدہ کے خلاف
ہے اعتراض مجھے ، پہلے ہو یہ نکتہ صاف
کہ قصرِ عدل کی دیوار میں پڑے نہ شگاف
کہا ضمیر نے ، یہ جھوٹ ہے نہ لالچ ہے
خلافِ قاعدہ کب ہے وہ بات جو سچ ہے

(۴۶)

یہ اعتراض کیا مسترد ضمیر نے جب
کہا یہ عقل نے اب اے امیر نیک نسب
نبیؐ کے لعل کا لازم ہے تجھ کو پاس وادب
نہیں ہے ان کی غلامی سے بڑھ کے یہ منصب
شرف میں ان کے تجھے کب کلام تھا اے حر
کہ تو تو عارفِ حق امامؑ تھا اے حر

(۴۷)

جو ذو حسم پہ ہوا سدِ راہِ شاہِ حجاز
پڑھی تھی بعد میں گو تو نے ان کے پیچھے نماز
بجا ہے تو جو کرے زندگی بھر اس پر ناز
مگر لجام فرس پر کیا جو ہاتھ دراز
کہا تھا تجھ سے انہوں نے غضب کے عالم میں
خدا رلائے تری ماں کو تیرے ماتم میں

(۴۸)

یہ سن کے تو نے کہا تھا کہ شاہِ نیک انجام
عرب میں لیتا مری ماں کا یوں اگر کوئی نام
تو میں بھی کرتا یونہی اس کی ماں کے حق میں کلام
مگر ہوں آپ سے مجبور اے امامِؑ انام
وہ جس کی شان میں تطہیر و ہل اتی آئے
مری زبانِ نجس پر وہ نام کیا آئے

(۴۹)

اسی طرح جو رہی بحث رات بھر جاری
تھی چونکہ دونوں فریقوں کی خوب تیاری
کبھی جو دل تو کبھی عقل دل پہ تھی بھاری
نہ اس نے مانی شکست اور نہ عقل ہی ہاری
نہ پہنچیں گو کہ صدائیں کسی کے کان تلک
یہ بحث جاری رہی صبح کی اذان تلک

(۵۰)

یہ بحث اور یہ دلائل سنے ضمیر نے جب
کہا کہ وقت عدالت کے فیصلہ کا ہے اب
اگر چہ دونوں نے واضح کیا ہے ہر مطلب
ہے ایک نکتہ ضروری یہاں پہ غور طلب
سوال جب یہ ہو، کس کو ولی بنایا جائے
اسے بناتے ہیں، کردار جس میں پایا جائے

(۵۱)

زروئے دل تو یہی حر کے حق میں ہے بہتر
ادھر کو جائے جدھر ہو متاعِ منصب و زر
یزید لاکھ سہی بد قماش و بانیٔ شر
مگر حسینؑ کی جانب ہے جان کا بھی ضرر
حسینؑ ضامن جنت ہیں، اس میں شک کیا ہے
مگر جو نقد ہو سودا، وہ سب سے اچھا ہے

(۵۲)

ادھر یہ بحث سے ہے عقل کی عیاں یکسر
قبول کر لیں ولی بننا خود حسینؑ اگر
نگاہ دار رہیں گے وہ حر کے تا محشر
عدالت ایسے میں پہنچی ہے اس نتیجہ پر
خلاف عقل کے جب ہو معاملہ دل کا
قبول ہو نہیں سکتا ہے فیصلہ دل کا

(۵۳)

سنا دیا جو عدالت نے فیصلہ یکسر
کہ اس مقدمہ میں عقل ہوگئی سر بر
شکستِ دل سے ہوئی، دل شکستگی نہ مگر
خدا کا شکر کیا حر نے فیصلہ سن کر
یہ پہلی جنگ تھی جو حر نے آج جیتی تھی
یہ حر کی فتح بھی تھی اور حسینؑ کی بھی تھی

(۵۴)

تھے حاضرینِ عدالت یہ تین خوش انجام
تھا ایک بھائی جو حر کا تو ایک اس کا غلام
اور ایک حر کا پسر نوجوان و صاحبِ نام
نظر کا نور، جگر کا سرور، دل آرام
سنا جو فیصلہ تینوں نے یہ عدالت کا
دلوں میں جوش سا پیدا ہوا مسرت کا

(۵۵)

دلوں سے پھوٹ رہے تھے خوشی کے فوارے
یہ دھڑکنیں تو نہ تھیں، بج رہے تھے نقارے
سفیدۂ سحری کر رہا تھا نظارے
یہ جشن دیکھنے آئے تھے چرخ سے تارے
تھے اشک برسرِ مژگاں خوشی سے آئے ہوئے
خود آ گئے تھے یہ مہمان بن بلائے ہوئے

(۵۶)

جو دیکھا اپنے رفیقوں کا حال یہ حر نے
کھلا دیا دلِ پژمردہ اس تاثر نے
کیا سلام جو رخصت کا اب تکدر نے
حضورِ شاہؑ میں پہنچا دیا تصور نے
حر اٹھا جلوۂ ایماں طرازِ صبح کے ساتھ
نمازِ شکر ادا کی نمازِ صبح کے ساتھ

(۵۷)

کہا پھر ان سے کہ ہوتا ہوں میں تو اب رخصت
خدا کے فضل سے ہے اوج پر مری قسمت
تمہارا کیا اب ارادہ ہے کوچ کی بابت
ہماری پشت پہ دوزخ ہے، سامنے جنت
خود اپنے پاؤں سے کیا جانبِ سقر جائیں
خدا نے دی ہیں جو آنکھیں تو دیکھ کر جائیں

(۵۸)

وہ تینوں پہلے ہی تیار تھے جو چلنے کو
حصارِ دوزخِ طاغوت سے نکلنے کو
یہ لازمی تھا جو سمتِ سفر بدلنے کو
چلے تو خیمہ سے گویا یونہی، ٹہلنے کو
عدو کو دام میں تدبیر کے یہ لا نہ سکے
جو دل کا حال تھا، چہرے اسے چھپا نہ سکے

(۵۹)

کسی نے کہہ دیا یہ ابنِ سعد سے جا کر
بہت عجیب سے کچھ آج حر کے ہیں تیور
ہے ظاہرا تو وہ محوِ جمالِ صبح، مگر
وہ اضطراب ہے، بسمل ہو جیسے مرغِ سحر
یہ رنگ رخ پہ بوقتِ سحر نہیں آتا
مجھے یہ طور کچھ اچھا نظر نہیں آتا

(۶۰)

یہ سن کے حکم دیا ابنِ سعد نے فوراً
کہ لاؤ مرغ پرافشاں کو جانب گلشن
کھلے اس آہوئے رم خوردہ کا جو ہم پہ چلن
سمجھ میں آئے بھی سچ ہے کہ ہے غلط یہ سخن
ہے جوشِ جنگ اسے یا جنوں، پتہ تو چلے
کچھ اضطراب اگر ہے تو کیوں، پتہ تو چلے

(۶۱)

یہ حکم سن کے گیا اک رسالہ حر کے پاس
وہ جس سے اور بھی کچھ حر کا بڑھ گیا وسواس
بخیر خدمت شہؑ میں پہنچنے سے ہوئی یاس
چلا بہ جبر سوئے ابنِ سعد نحس اساس
نگاہیں ملتے ہی سب حال کھل گیا اس کا
لکھا تھا صاف رخِ حر پہ فیصلہ اس کا

(۶۲)

جب اس نے تاڑ لیا رخ سے حر کے دل کا حال
کہا کہ تجھ کو بھلا کب ہے بے سبب یہ ملال
اگر حسینؑ سے عشق و وفا کا ہے یہ مآل
ہے دوستانہ مرا مشورہ یہ روگ نہ پال
نہ ان کے پاس ہے منصب، نہ اقتدار کوئی
کسی غریب پہ کرتا ہے دل نثار کوئی

(۶۳)

کہا یہ حر نے کہ پہلے بتا یہ اے ظالم
بھلا حسینؑ سے کیا جنگ ہوگئی لازم
کہا کہ ہاں ، ہے یہی اب تو مرضیٔ حاکم
وگرنہ میں تو ابھی تک ہوں صلح پر عازم
تجھے یہ ان سے لڑائی میں رد و کد ہے کیوں
بغیر جنگ ملے گی حکومت رے کیوں

(۶۴)

ادھر یزید کا دریائے فیض ہے جاری
پھر اس پہ میرا یہ وعدہ ہے تجھ سے سرکاری
جو رےئے پہ ہوگئی قائم مری عمل داری
تو بخش دوں گا میں تجھ کو سپاہ سالاری
ادھر یہ منصب ولعل و گہر کی بارش ہے
بھلا حسینؑ کی جانب سے کیا نوازش ہے

(۶۵)

کہا یہ حر نے ، لگا اب نہ جاہ و مال کی رٹ
تجھی کو ہو یہ مبارک، اب اس سے تو ہی چمٹ
کہےتو ، چڑھتے ہوئے آفتاب سے کہ پلٹ
بس اب نہ روک مجھے، دور ہو نگاہ سے ہٹ
یہ میری تیغ ہے تجھ جیسے بے حیا کے لئے
جو مرد ہے تو نکل دشت میں وغا کے لئے

(۶۶)

یہ کہہ کے حر نے جو اب راہوار کو موڑا
مزاج آشنا حر کا جو خوب تھا گھوڑا
تو اس کو جنبشِ تارِ نظر ہوئی کوڑا
زغندِ بھر کے جو حلقہ کو فوج کے توڑا
وہ یوں نکل گیا اس دام فتنہ و شر سے
وہ دیکھتا ہی رہا ، اسپ اُڑ گیا فر سے

(۶۷)

حصار توڑ دیا فوج کا جو یوں حر نے
کیا خیام حسینی کا رخ بہادر نے
دکھائی منزل مقصود جب تدبر نے
جبیں جھکادی وہیں جذبۂ تشکر نے
کہا پسر سے، جسارت انہیں سے تو کی تھی
وہ ہاتھ باندھ دو جن سے لجام تھامی تھی

(۶۸)

بندھیں جو ہاتھ تو شاید کھلے مری تقدیر
معاف کر دیں خطا میری حضرت شبیرؑ
اگرچہ عفو کے قابل نہیں مری تقصیر
مگر وہ رحمت حق ہیں ، وہ بحرِ خیر کثیر
شفاعت ان کی سفارش پہ ہوگی عقبا میں
تو کیوں امید کرم ہو نہ ان سے دنیا میں

(۶۹)

ادھر وہ گرد جو اڑتی ہوئی نظر آئی
تو چونک اٹھے شہؑ کربلا کے شیدائی
حسینؑ نے جو توجہ ادھر کو فرمائی
تو بوئے الفت محبوب یہ خبر لائی
غلامِ بارگہ بوتراب آتا ہے
پلٹ کے ڈوبا ہوا آفتاب آتا ہے

(۷۰)

حسینؑ خوش ہوئے اور بھائی سے یہ فرمایا
ذرا ادھر کو تو آؤ ، یہ دیکھو کون آیا
یہ آج صبح کا سورج بڑی خبر لایا
بچھڑ گئے تھے جو ہم سے ، پھر ان سے ملوایا
جو دل ملول تھا ، وہ شاد ہو کے آتا ہے
یہ حر ہے ، نفس سے آزاد ہو کے آتا ہے

(۷۱)

اثر ہے نام کا اس کے کہ سر بسر ہے حر
خودی سے سوئے خدا عازمِ سفر ہے حر
صدف سے شام کے نکلا جو وہ گہر ہے حر
ہوا طلوع جو اس شب کو ، وہ قمر ہے حر
کچھ ایسے آتشِ غم میں تپا دیا اس کو
اس ایک رات نے کندن بنادیا اس کو

(۷۲)

بتا رہی ہے بہادر کی عاجزانہ چال
کہ اس کو اپنے کیے پر ندامت اب ہے کمال
ہے میہماں یہ ہمارا بس اب رہے یہ خیال
بڑھیں اب آپ بھی، اکبرؑ بھی بہر استقبال
بہ عز و جاہ حر حق مآب کو لائیں
مع نجوم اب اس ماہتاب کو لائیں

(۷۳)

یہ سن کے نعرۂ تکبیر کا ہوا اک غل
کھل اٹھے غنچۂ دل سب کے مثل لالہ وگل
خوشی یہ تھی کہ قفس سے رہا ہوا بلبل
کسی نے شکر میں تاخیر کی نہیں بالکل
یہ حر کی فکر میں تبدیلی انقلابی تھی
حسینؑ کے لئے پہلی یہ کامیابی تھی

(۷۴)

اٹھے اب اکبرؑ و عباسؑ یوں بصد تعجیل
کہ لازم ان پہ تھی فی الفور حکم کی تعمیل
سوار ہو کے جو دی باگیں کھینچ کر انہیں ڈھیل
تو گویا مرکبوں کو مل گئے پر جبریل
پلک جھپکنے میں منزل پر اپنی جا پہنچے
بس ایک آن میں حر کے قریب آ پہنچے

(۷۵)

جو حر نے دیکھا کہ آتے ہیں اکبرؑ و عباسؑ
ذرا سی دیر کو جاتے رہے بس اس کے حواس
ہوا جو قدر شناسئ شہؑ کا پھر احساس
پکڑ کے ان کے قدم پہ کہا بحسرت و یاس
بحقِ حضرت شبیرؑ بخشوا دیجئے
امامؑ سے مری تقصیر بخشوا دیجئے

(۷۶)

گلے لگایا جو عباسؑ نے بہ لطف عمیم
کہا کہ تجھ کو مبارک یہ سوئے حق تقدیم
حسینؑ سبطِ نبیؐ ہیں ، کریم ابنِ کریم
نہ ان سا صاحب عفو و کرم ، نہ تجھ سا اثیم
تری طرف سے انہوں نے دل اپنا صاف کیا
ترے قصور کو بخشا ہے ، تجھ کو معاف کیا

(۷۷)

تجھے ہے کس لئے اب اس قدر یہ حزن وملال
شفیق تجھ پہ ہیں آقا مرے بحدِ کمال
یہاں جو آیا ہے ان کا غلام اور ان کا یہ لال
ہمیں انہیں نے تو بھیجا ہے بہرِ استقبال
یہ اشک آنکھوں میں روک اب، صدف میں در کی طرح
چل اب امامؑ کی خدمت میں مردِ حر کی طرح

(۷۸)

وہ حریت کے پیمبر ہیں ، مرد حر کے امام
انہیں بشر کی غلامی ہے ناپسند مدام
خدا کی بندگی ، انسان دوستی کا پیام
یہی ہے مقصد شبیرؑ اور یہی اسلام
حسینؑ رکھ کے ہتھیلی پر سر جو آئے ہیں
وہ حفظ عظمت نوع بشر کو آئے ہیں

(۷۹)

یہ سن کے جو سرِ تسلیم خم کیا حر نے
کمالِ ضبط سے اشکوں کو اب پیا حر نے
بہ سوزنِ رگِ جاں چاک دل سیا حر نے
چلا تو جا کے درِ شہؑ پہ دم لیا حر نے
اب اس سے آگے قدم وہ بڑھا نہ سکتا تھا
نبیؐ کے لعل سے نظریں ملا نہ سکتا تھا

(۸۰)

اگرچہ زور و شجاعت میں شیرِ نر تھا حر
مگر حسینؑ کے آگے شئے دگر تھا حر
رواں تھے اشک تو بجھتا ہوا شرر تھا حر
عرق میں شرم و ندامت کے تر بتر تھا حر
لرز رہا تھا ہر اک جوڑ بند ، حال یہ تھا
نظر حسینؑ سے کیسے ملے ، سوال یہ تھا

(۸۱)

اگرچہ کھول چکا تھا وہ اپنے دل کے کواڑ
سوئے حسینؑ مگر ہر قدم تھا اس کو پہاڑ
جنوں یہ کہتا تھا، اب اپنے حبیب و دامن پھاڑ
خرد یہ کہتی تھی ، لے بازوئے حسینؑ کی آڑ
بہت حسینؑ کے دل میں ہے الفت عباسؑ
چھپا لے خود کو پسِ پشتِ حضرتِ عباسؑ

(۸۲)

بہت جو بڑھ گئی تھی دل کے آبلوں کی تپک
پسینہ آتا تھا بہہ بہہ کے سر سے ایڑی تک
اک اضطراب میں دل کر رہا تھا یوں دھک دھک
کہ ارد گرد جو تھے، سن رہے تھے اس کی دھڑک
بعید کیا تھا کہ وار اب قضا کا چل جائے
قریب تھا کہ بس اب اس کا دم نکل جائے

(۸۳)

کہا یہ آڑ سے عباسؑ کی بقلبِ حزیں
ہے مجرم آپ کے رہوار کا یہ خاک نشیں
لجامِ اسپِ امامؑ اور دستِ دشمن دیں
حقیر ذرے بھی چھوتے ہیں کہکشاں کو کہیں
لجامِ پاک وہ اور اِس زبوں شعار کے ہاتھ
حضور، کاٹ دیں خود اِس گناہ گار کے ہاتھ

(۸۴)

یہ سن کے آگے بڑھے خود امامؑ ہر دوسرا
پھر اس سے وارث خلق عظیم نے یہ کہا
تو میرا بھائی ہے اے حر، ذرا قریب تو آ
بس اب نکال دے دل سے خیالِ جرم و سزا
قریب اپنے یہ کہہ کے بلا لیا حر کو
خود آپ بڑھ کے گلے سے لگا لیا حر کو

(۸۵)

جو دیکھا حر نے یہ سبطِ نبیؐ کا لطف و کرم
یہ ہاتھ جوڑ کے کی عرض ، اے امامؑ امم
مری ہی وجہ سے ہے آپ پر یہ جور و ستم
سزا نہ دیں گے مجھے آپ اگر خدا کی قسم
خود اپنے ہاتھ سے اپنا گلا میں کاٹوں گا
اب اپنی ذات سے میں انتقام خود لوں گا

(۸۶)

کہی حسینؑ نے اس کو گلے لگا کے یہ بات
جو ہو چکا وہ بھلا بھی دے مردِ خوش اوقات
سنے اب اتنے محبت بھرے جو یہ کلمات
ہوئی زبانِ امامؑ اس کو موج آبِ حیات
بس اتنی بات سے اس گل کو تازگی دے دی
مسیح وقت نے مردے کو زندگی دے دی

(۸۷)

تھے مہربان ادھر حر پہ شاہِ عرش پناہ
ادھر یہ فضہؑ کی آئی صدا بہ شیون و آہ
جسے بھی چاہے یہ اعزاز دے اُسے اللہ
تجھے شرف یہ مبارک ہو اے حرِ ذی جاہ
بصد تشکر و سوز تمام کہتی ہیں
رسولؐ زادیاں تجھ کو سلام کہتی ہیں

(۸۸)

یہ سن کے حر نے عمامہ اتار کر پھینکا
سر اپنا پیٹ لیا اور چیخ کر رویا
کہا کہ آہ ، یہ آلِ نبیؐ پہ وقت پڑا
غلام کو یہ سلام اور ثانیٔ زہراؑ
گناہ گار ہوں، اب کیا کروں، کدھر جاؤں
میں کیا کروں جو گلا کاٹ کے نہ مرجاؤں

(۸۹)

پھر اس کے بعد گرا پائے شہؑ پہ اور یہ کہا
بس اب غلام کو آزاد کیجئے آقا
جو منتخب کیا انجام آپ نے اپنا
شریک اس میں مجھے بھی تو کیجئے مولا
خدا کی راہ میں پہلے مجھے فدا کیجئے
بس اب غلام کو اذنِ وغا عطا کیجئے

(۹۰)

کہا حسینؑ نے یہ سر جھکا کے ، اے بھائی
ابھی ملے تھے ، ابھی ساعت فراق آئی
طعام کیسا ، نہ پانی کی بوند بھی پائی
یہ میزبانی اگر آپ کو نہیں بھائی
یہاں تو ہوگئے مجبور وقت شوم سے ہم
جناں میں آپ کی دعوت کریں گے دھوم سے ہم

(۹۱)

وہ بولا ، وقت یہ دعوت کا کب ہے شاہؑ انام
ابھی تو صبح ہوئی ہے، یہ کب ہے وقتِ طعام
ہے یوں بھی ماحضرِ شب سے خوب سیر غلام
مگر ہے آلِ محمدؐ پہ آب و دانہ حرام
یہ باغ حیدرؑ و زہراؑ کے پھول پیاسے ہیں
یہ نخل گلشن آلِ رسولؐ پیاسے ہیں

(۹۲)

کہا حسینؑ نے ، اللہ کی رضا ہے یہی
نہیں تو کس میں تھی طاقت کہ روکتا پانی
بس اب سدھارو کہ رخصت کی آ گئی ہے گھڑی
کرو گے دیر تو آزار دے گی تشنہ لبی
یہ سن کے حر نے طلب اپنا راہوار کیا
اسے حسینؑ نے گھوڑے پہ خود سوار کیا

(۹۳)

سلام کرکے چلا حر جو سوئے دشتِ ستیز
اشارہ پاتے ہی مثل ہوا اڑا شبدیز
پسینہ اسپ کا تھا جیسے آب عطر آمیز
سموں سے اڑتی ہوئی گرد بھی تھی عنبر بیز
ہوا جو لے کے یہ اب مشک بو غبار آئی
خزاں کے دشت میں بے فصل کی بہار آئی

(۹۴)

دکھائی تیز روی حر کے اسپ نے جو غضب
تو برق رہ گئی حیران دل پہ لے کے تعب
جو شہسوار نے اپنا ہنر دکھایا اب
اشارہ پاتے ہی بس جم کے رہ گیا مرکب
بس ایک ہاں سے جو اس باد پا کو ٹوک دیا
نفس کے زور پہ جھونکا ہوا کا روک دیا

(۹۵)

پہنچ کے سامنے فوج عدو کے اس نے کہا
میں حر ہوں حر، مرے آقا ہیں سیدِ والا
میں ایک ادنیٰ غلام ان کا ، وہ شہؑ بطحا
مقابل آئے ، شجاعت کا ہو جسے دعوا
میں تم کو قتل کروں گا انہیں کی نصرت میں
پھر اس کے بعد تو جانا ہے مجھ کو جنت میں

(۹۶)

یہ کہہ کے کھینچ لی حر نے جو تیز دم تلوار
تمام دشت میں گونج اٹھی تیغ کی جھنکار
لرز گئے جسے سن کر تمام نا ہنجار
سنی حسام نے لیکن یہ حر کے دل کی پکار
شرف نہ لے یہ کوئی اس غلام سے پہلے
چراغ شام بجھانا ہے شام سے پہلے

(۹۷)

تھی دستِ حر میں یہ تلوار اک علم کی طرح
بلند ہوتی تھی اک پرچمِ حشم کی طرح
وفاشعار تھی حر سے وفا شیم کی طرح
رواں تھی کاتب تقدیر کے قلم کی طرح
قضا کا فیصلہ لوح جبیں پہ لکھتی تھی
جہاں قلم کو ہو لکھنا ، وہیں پہ لکھتی تھی

(۹۸)

سپر پہ گرتی یہ تلوار تو کھڑک اٹھتی
جو آتی شعلہ مزاجی پہ تو بھڑک اٹھتی
عدو کو دیکھتی زد پہ تو بے دھڑک اٹھتی
خود اپنے ناز و ادا دیکھ کر پھڑک اٹھتی
ہوئی تھی خانۂ حر میں جو پرورش اس کی
وغا کے دشت میں آزاد تھی روش اس کی

(۹۹)

تھا اس گھڑی جو حد دشت میں بس اس کا راج
عدو سرا پنے اسے دے رہے تھے مثل خراج
جو نصرتِ شہؑ تطہیر کررہی تھی یہ آج
تو ہوگیا تھا طہارت پسند اس کا مزاج
عدوئے شاہ کا سینہ جو چاک کرتی تھی
نجس وجود سے دنیا کو پاک کرتی تھی

(۱۰۰)

امامؑ عدل پہ دیکھا جو یوں فدا اس کو
خدا نے بخش دیا عہدۂ قضا اس کو
جو کرتے دیکھتی تھی ٹھیک فیصلا اس کو
تو داد دیتی تھی خود تیغِ لافتیٰ اس کو
جب اس کی مدح حسامِ امامؑ کرتی تھی
یہ ذوالفقار کو جھک کر سلام کرتی تھی

(۱۰۱)

یہ تیغ پھرتی تھی اطراف حر میں مردانہ
کہ جیسے رقص کرے گردِ شمع پروانہ
تھے حملے حر کے وہ مردانہ و دلیرانہ
کہ گر بیاں ہوں تو لوگ ان کو سمجھیں افسانہ
جدھر بھی دشت میں حر کے فرس کی باگ اٹھی
ادھر سے فوجِ ستم بے مہار بھاگ اٹھی

(۱۰۲)

جو اب یہ دیکھا کہ حر نے بھگا دیا لشکر
تو اب حصینِ تمیمِ شقی کے کہنے پر
مقابل آیا یزید تمیمیٔ خودسر
بس ایک برق سی چمکی کہ تن سے اڑ گیا سر
وہ قتل ہوگیا بس یوں پلک جھپکنے میں
کہ جیسے جان شقی کی تھی حر کے قبضے میں

(۱۰۳)

ہوا جو قتل یزیدِ تمیمیٔ بد بیں
تو آیا حر کے مقابل نہ کوئی دُشمنِ دیں
نہ آئے گا کوئی لڑنے کو، اب ہوا جو یقیں
لگایا نعرۂ تکبیر حر نے برسرِ زیں
نہ جب عدو کی طرف سے کوئی جواب آیا
پلٹ کے خدمت شہؑ میں وہ فتح یاب آیا

(۱۰۴)

پھر اس کے بعد کئی بار حر نے کی ہے وغا
ہر ایک بار جری کامیاب ہو کے پھرا
شہید ہوتے رہے تا بہ ظہر اہل وفا
یہاں تلک کہ ہوئے اب حبیبِ حق پہ فدا
بس اب تو جوش میں رن کی طرف جھپٹ کے چلے
یہیں سے غیظ میں حر آستیں الٹ کے چلے

(۱۰۵)

چلا جو اڑتا ہوا راہوار حر سر سر
مقابل آئی تو آندھی نہ لے سکی ٹکر
اڑی تھی گرد، مگر دور رہ گئی تھک کر
وہ تیز کاوے کہ خود چرخ کھا گیا چکر
یہ تیزیاں تھیں کہاں برق و رعد کے بس میں
بجائے خون کے بجلی بھری تھی نس نس میں

(۱۰۶)

ادھر دلیر نے حملہ کیا بہ غیظ و جلال
ادھر سے آئے زہیر ابن قین شیر خصال
بس اب تو دونوں نے کی مل کے وہ غضب کی جدال
لہو کی جو ہوئی بارش تو دشت ہوگیا لال
گھٹائیں ڈھالوں کی میدان سے سرکنے لگیں
جب ایک ابر میں دو بجلیاں چمکنے لگیں

(۱۰۷)

عدو تھے دو سے بیک وقت جنگ سے قاصر
تو درمیان میں دونوں کے آگئے کافر
اکیلے حر کو ہوئے گھیرنے پر اب قادر
یہ شیر نرغۂ اعدا میں آگیا آخر
زہیر قینؑ بھی حرؑ کو بس اب بچا نہ سکے
چھڑا کے فوج لعیں سے اب ان کو لا نہ سکے

(۱۰۸)

کھینچی تھی چاروں طرف حرؑ کے فوج کی دیوار
ہر ایک سمت سے اب چل رہے تھے قہر کے وار
نکل رہی تھی ہر اک زخم تن سے خون کی دھار
لہو لہان تھا خود اس دلیر کا رہوار
یہ شیر فوج کے نرغے سے اب نکل نہ سکا
زمیں پہ آگیا جب زین پر سنبھل نہ سکا

(۱۰۹)

صدا یہ دی کہ محمدؐ کے دل کے چین مدد
جناب فاطمہؑ زہراؑ کے نور عین مدد
ضیائے چشم شہؑ خیبر و حنین مدد
غلام ہوتا ہے قربان، یا حسینؑ مدد
بس اب یہ دل کی تمنا تو کم سے کم نکلے
کہ سر حضورؑ کے قدموں پہ ہو جو دم نکلے

(۱۱۰)

حسینؑ سن کے یہ آواز ہوگئے بے تاب
روانہ ہوگئے مقتل کو خود حضورؑ شتاب
تھے ساتھ اکبرؑ و عباسؑ بھی بچشم پر آب
پہنچ کے حرؑ کے سرہانے کیا انہوں نے خطاب
ادب کی جا ہے شہؑ مشرقین آئے ہیں
اٹھو سلام کو اے حر! حسینؑ آئے ہیں

(۱۱۱)

سرہانے بیٹھ گئے جلتی ریت پر مولاؑ
اور اپنے زانو پہ سر حرؑ کا آپ نے رکھا
پھر اس کے چہرۂ پرخوں کو شہؑ نے صاف کیا
مگر جو سر سے تھا جاری، وہ خوں نہ رکتا تھا
اسی لہو سے تو حرؑ نے یہ مرتبہ پایا
نبیؐ کے لعل سے رومالِ فاطمہؑ پایا

(۱۱۲)

جو آنکھ کھول کے حرؑ نے حسینؑ کو دیکھا
اٹھا کے ہاتھ ادب سے انہیں سلام کیا
سر اپنا زانوئے شہؑ سے ہٹا کے پھر یہ کہا
امامؑ وقت کجا و من خراب کجا
زمیں کا ذرہ کہاں، شاہِؑ خاص و عام کہاں
کہاں غلام کا سر، زانوئے امامؑ کہاں

(۱۱۳)

یہ وقت نزع سہی، ہے مگر یہ سوئے ادب
امامؑ بیٹھے ہوں لیٹا رہوں میں، ہائے غضب
یہ کہہ کے اٹھا تو یوں گر پڑا وہ نیک نسب
قدم پہ شہؑ کے جو سر رکھا، رنج مٹ گیا سب
دلِ حزیں سے ہر اک درد و رنج و غم نکلا
قدم پہ شاہؑ کے سر تھا کہ اس کا دم نکلا

(۱۱۴)

حسینؑ نے جو یہ دیکھا تو بس تڑپ اٹھے
مگر مشیتِ خالق یہی تھی، کیا کرتے
جب اس کی لاش کو مقتل سے شاہؑ لے کے چلے
تھے ساتھ اکبرؑ و عباسؑ انہیں سنبھالے ہوئے
لٹایا گنجِ شہیداں میں لا کے جب حرؑ کو
تو بھائی کہہ کے بہت روئے اس بہادر کو

(۱۱۵)

سرہانے حرؑ کے یہ تاریخِ حریت نے کہا
یہ حرؑ ہے حرؑ، کہ جو اقدامِ شہؑ کو حق سمجھا
سوئے حسینؑ زر و مال چھوڑ کر آیا
قضا کو اپنے ارادہ سے اختیار کیا
دلیلِ عظمتِ حق حرؑ کو مان لے دنیا
اِسی سے موقفِ شبیرؑ جان لے دنیا

(۱۱۶)

اُدھر خیام حرم میں گئی یہ غم کی خبر
کہ حرؑ نے نصرتِ شہؑ میں کیا جہاں سے سفر
ہے اس پہ نوحہ کناں بے کسی و یاس مگر
نہ اس کی ماں ہے، نہ زوجہ، جو روئے میت پر
یہ سن کے اہلِ حرم میں بپا ہوا ماتم
سبھی نے ناصرِ شبیرؑ کا کیا ماتم

(۱۱۷)

ابھی تھیں نوحہ کناں حرؑ پہ زینبِ غمگیں
کہ آئی کان میں قسمت کی یہ صدائے حزیں
ابھی ہیں اور بہت غم، ابھی تو کچھ بھی نہیں
ابھی ہلاک نہ رو رو کے کیجئے اپنے تئیں
ابھی تو عونؑ و محمدؑ کے غم میں رونا ہے
ابھی تو لاشۂ اکبرؑ پہ جان کھونا ہے

(۱۱۸)

ابھی تو جائے گا مقتل میں قاسمؑ ابنِ حسنؑ
ابھی تو گھوڑوں سے پامال ہوگا اس کا بدن
ابھی تو فرقتِ عباسؑ دے گی رنج و محن
جبھی تو بازوؤں میں آپ کے بندھے گی رسن
ابھی تو رخصتِ آخر کو آئیں گے شبیرؑ
ابھی تو بہرِ وغا رن کو جائیں گے شبیرؑ

(بقیہ صفحہ ۳۶/ پر-------)

مصیبت کے وقت جب کہ عالم گیر جنگ نے انسانوں کو درندہ بنا دیا ہے۔ جب کہ ایک نسل دوسری نسل کو مٹا دینے پر تلی ہوئی ہے جب کہ توپوں بموں اور ٹینکوں کی مار سے صدیوں میں تیار ہوئے دنیا کے خوبصورت اور عالیشان شہر منٹوں میں کھنڈر بن رہے ہیں، جب کہ کروڑوں انسان قتل ہوکر، نہیں نہیں زندہ و بسمل دفن ہو رہے ہیں، جب کہ خوں ریزی ظلم، تباہی، بربادی، بھوک اور افلاس سے دنیا دردناک آہ وزاری کر رہی ہے اور جنگ کے بادل ہندوستان پر گھر آئے ہیں معلوم نہیں کس وقت کہاں بمباری ہو، کس کا مکان جل جائے، کس کی جائداد لٹ جائے کس کا باپ مرے، کس کا بیٹا ہلاک ہو، کس کی عورتوں کی بے عزتی ہو۔ آہ اس مصیبت و قیامت خیز زمانے میں اے دنیا کے لوگو! اپنے حواس درست کر کے اپنے دلوں میں فیصلہ کرو اور بتاؤ تم کس راستے کو اختیار کروگے؟ آیا تم یزیدی راستے کے پیروکار بن کر انسانی بربادی وتباہی کا مزہ لوٹو گے یا پاک حسینی راستے پر گامزن ہوکر مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کروگے؟ میں حسینؑ کی یادگار میں دعا کروں گا کہ اے حسینؑ تو سچ مچ شاہ ہے تو بادشاہ ہے۔ تو ہی دین ہے اور تو ہی دین پناہ ہے۔ تیری شان میں مولانا معین الدین چشتی صاحب نے بہت ہی بجا فرمایا ہے کہ تو نے اپنا سر دے دیا لیکن باطل پرست یزید کے ہاتھ میں اپنا پاک ہاتھ نہیں دیا۔ اے حسینؑ اے نور علی نور اس مشکل وقت میں تو اپنی بے انتہا رحمت سے ہمارے دلوں کو روشن کر اور ہم میں وہ پاک دل، وہ روحانیت، وہ پاکیزگی، وہ پیار اور وہ حوصلہ عطا کر جس سے کہ ہم تیری راہ پر چل کر دنیا کی کچھ بھلائی کر سکیں، آمین ثم آمین۔

(سلسلۂ اشاعت امامیہ مشن لکھنؤ، نمبر ۲۴۸ ر صفر ۱۳۶۱ھ)

❁❁❁

(صفحہ ۵۵ رکا بقیہ۔۔۔۔۔۔۔۔)

(۱۱۹)

عجیب عالمِ تنہائی ہوگا سرورؑ پر
نہ ہوں گے بھائی نہ بیٹے، نہ مونس و یاور
کریں گے رن میں بحسرت جو چاروں سمت نظر
کہے گی بے کسی و یاس شہؑ سے رو رو کر
نہ لشکر ہے، نہ سپاہ ہے، نہ کثرت النّاسے
نہ قاسمؑ، نہ علی اکبرؑ ہے، نہ عباسؑ ہے

(۱۲۰)

وہ جس کو بھائی کہا، اس کی اتنی خدمت کی
اٹھا کے لائے ہیں میت حسینؑ خود اس کی
ہزار حیف کہ قسمت کا فیصلہ ہے یہی
کہ جب شہیدِ جفا ہوں گے رن میں سبطِ نبیؐ
رہے گی دھوپ میں مظلومؑ و تشنہ کام کی لاش
کوئی اٹھا کے نہ لائے گا خود امامؑ کی لاش

☆ غالباً ایوب خاں کے زمانہ میں دنیا بھر کے چیف جسٹس صاحبان کی ایک کانفرنس پاکستان میں ہوئی تھی۔ اس میں امریکہ کے چیف جسٹس نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ حضرتِ علیؑ نے مالک اشترؓ کے نام اپنے خط میں نظامِ عدل کے جو اصول وضع کئے تھے، وہی آج عدل وانصاف کی بنیاد ہیں اور ہمارا نظامِ عدل ان سے ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھ سکا ہے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ حضرت علیؑ کے وضع کردہ نظامِ عدل کا انگریزی ترجمہ فریم کروا کے امریکہ کے چیف جسٹس کے چیمبر میں لگایا گیا ہے۔ (ساحرؔ)

[ماخوذ از کتاب احساسِ غم، (مراثی ساحرؔ اجتہادی صفحہ نمبر ۲۰۱ تا ۲۴۳)]

❁❁❁